ما اتاکم الرّسول فخذوہ

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے ٭ جسکی مماثلت کو خدا نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب ٭ خوبوں کو بھی تو تمنے مسیحا بنا دیا

از
حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ
حصہ پنجم سے

# جواب شبہات

الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی و المسیح جو مولوی رشید احمد
گنگوہی کے خرافات کا مجموعہ ہے

عاجز محمد یمین احمدی تاجر کتب

قادیان دار الامان ضلع گورداسپور نے

محض سہارنپوری احباب کی خواہش سے چھپوا کر شائع کیا

اور

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام

حافظ مظفر الدین صاحب چھپا

بار اول تعداد جلد ۱۰۰۰ قیمت ۱/

# تبلیغ حق

قوم کے لوگو اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار

راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں
وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں برخلافِ شہریار

غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
میں تو خود رکھتا ہوں انکے دیں سے اور ایماں سے عار

گر یہی دیں ہے جو ہے ان کی خصائل سے عیاں
میں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں بعوض نہار

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

ہے سرِ رہ پر مرے وہ خود کھڑا مولا کریم
بس نہ بیٹھو میری رہ میں اے شریرانِ دیار

اے فقیہو عالمو! مجھکو سمجھ آتا نہیں
یہ نشانِ صدق پاکر پھر یہ کیں اور یہ نقار

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
روحِ انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار

تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد
یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اک ادنیٰ شکار

بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تائید کی
خائب و خاسر رہے تم ہو گیا میں کامگار

مجھ پہ اے واعظ نظر کی یار نے تجھ پہ نہ کی
حیف اس ایماں پہ جس سے کفر بہتر لاکھ بار

افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمرِ دنیا سے بھی ہے اب ہو گیا ہفتم ہزار

دشمنو ہم مر رہے ہیں اسکی راہ میں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجامِ کار

مسیح موعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ÷ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# جواب شبہات الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیحؑ

جو

## مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے خرافات کا مجموعہ ہے

---

اس رسالہ میں جہاں تک مؤلف سے ہو سکا میری تکذیب کیلئے بہت ہاتھ پیر مارے ہیں۔ اور اپنے خیالات کو قوت دینے کیلئے بہت سی خلاف واقعہ باتوں سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب سراسر کچّی اور بے اصل اور لغو خیالات اور مفتریات سے پُر ہے۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ اُس کے ردّ کی کچھ بھی ضرورت نہیں۔ اور ایسا شخص جو قرآن شریف اور حدیث کا کچھ علم رکھتا ہے۔ اُس کے لئے اِسبات کی حاجت نہیں کہ اِس کا ردّ لکھا جائے۔ مگر چونکہ مَیں نے سُنا ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب کے مرید سہارنپور کے نواح میں اِس رسالہ کو بہت عزّت سے دیکھتے ہیں۔ اور محض اس خیال سے کہ یہ تحریر اُن کی ایام زندگی کی یادگار ہے۔ بہت محبّت سے اِس کو پڑھتے ہیں۔ اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ ایسے لوگوں کو دھوکہ سے بچانے کے لئے۔ ان چند ضروری اعتراضات کا جواب دیا جائے۔ جنکی وجہ سے اس نواح کے جاہل اور بے علم ورطۂ ضلالت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور اِس رسالہ مجموعہ اباطیل پر ناز

کرتے ہیں ◆

لیکن مَیں اس جگہ حق کے طالبوں پر ایک سیدھی راہ کھولنے کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ جو اصل مسئلہ مابہ النزاع ہے پہلے اُس کا کچھ تذکرہ کیا جائے۔ سو وہ یہ ہے۔ کہ ہمارے مخالف جن میں مولوی رشید احمد بھی داخل ہیں۔ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام فوت نہیں ہوئے اور وہ کسی غرض کے لئے زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں اور کسی وقت قیامت سے پہلے دوبارہ دُنیا میں نازل ہونگے۔ مگر نہیں بتلاتے کہ وہ کونسی غرض تھی جس کے لئے وہ آسمان پر اُٹھائے گئے کیا صرف یہودیوں کے ہاتھ سے جان بچانا منظور تھا یا کوئی اَور بات تھی؟ اور نہیں بتلا سکتے کہ اب تک جو دو ہزار برس کے قریب ہو چکا کیوں وہ آسمان پر ہیں کیا ابھی تک یہودیوں کے مواخذہ کا کچھ دھڑکا دل میں باقی ہے؟ اَور نہیں بتلا سکتے کہ کیوں اُن کو یہ خصوصیت دی گئی کہ برخلاف وہ جمیع انبیاء کے وہ اتنی مدت تک کہ اب دو ہزار برس کے قریب پہنچ گئے آسمان پر ہیں۔ اور پھر کسی وقت مطابق پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمین پر نازل ہونگے۔ اور نہیں بتلا سکتے کہ ایسے رفع جسمانی اور پھر نزول میں مصلحت آلہی کیا تھی کیا یہودیوں کے پکڑنے کا اندیشہ یا کچھ اور۔ اور نہیں بتلا سکتے کہ ایسے شخص کو یہ صعود اور نزول کی خصوصیت کیوں دی گئی جس کی نسبت اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ وہ خدا بنایا جائے گا۔ اور چالیس کروڑ مخلوق محض اس کی طرف یہ خوارق منسوب ہونے کی وجہ سے اُس کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا مانیں گے۔ اور یہ لوگ اگرچہ بڑے زور سے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں بلکہ زندہ

ہیں۔ مگر نہیں بتلا سکتے کہ برخلاف سنت اللہ کی کس نص صریح قرآن شریف سے اُنکی زندگی ثابت ہے۔ مگر وہ عقیدہ جسپر خدا تعالٰے۔ نے علٰی وجہ البصیرۃ مجھ کو قائم کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام مثل دیگر انسانوں کے انسانی عمر پاکر فوت ہو گئے ہیں۔ اور آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ جانا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر نازل ہونا یہ سب اُن پر تہمتیں ہیں۔ قال اللہ عزّ وجل قل سبحان ربّی ھل کنتُ الّا بشرًا رسولا ٭

پس اصل مسئلہ جو طے ہونے اور فیصلہ ہونے کے لائق ہے وہ یہی ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ برخلاف عادت اللہ در حقیقت حضرت عیسٰی علیہ السلام مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ گئے تھے اور اگر بہ نصوص صریحہ بیّنہ قرآن شریف سے ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام در حقیقت آسمان پر مع جسم عنصری اُٹھائے گئے تھے تو پھر اُنکے نازل ہونے کے بارے میں کسی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ جو شخص مع جسم عنصری آسمان پر جائے گا۔ اُس کا واپس آنا بموجب نص قرآنی ضروری ہے۔ پس اگر حضرت عیسٰی مع جسم آسمان پر چلے گئے ہیں تو واپس آنے میں کیا شک ہے وجہ یہ کہ اگر دوبارہ زمین پر آنے کے لئے کسی اور کام کی غرض سے اُنکی کچھ ضرورت نہ ہو مگر پھر بھی مرنے کے لئے اُن کا آنا ضرور ہو گا کیونکہ آسمان پر قبروں کی جگہ نہیں۔ اور نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک انسان زمین پر ہی مرے گا اور زمین میں ہی دفن کیا جائے گا اور زمین سے ہی نکالا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃً اُخرٰی۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ آسمان

سے بیمار ہو کر آویں یا راہ میں بیمار ہو جائیں۔ اور پھر زمین پر آ کر جائیں اور یہ ہم نے اس لئے کہا ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنے والا عیسیٰ زعفرانی رنگ کی دو چادروں میں نازل ہوگا۔ اور تمام معبرین کے اتفاق سے تعبیر کی رُو سے زرد رنگ چادر سے بیماری مُراد ہوتی ہے +

اور مَیں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ میں جو خدا تعالےٰ کیطرف سے مسیح موعود ہوں۔ احادیث میں میرے جسمانی علامات میں سے یہ ۲ دو علامتیں بھی لکھی گئی ہیں کیونکہ زرد رنگ چادر سے بیماری مراد ہے اور جیسا کہ مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں دو زرد رنگ چادروں کا ذکر ہے ایسے ہی میرے لاحق حال دو بیماریاں ہیں۔ ایک بیماری بدن کے اوپر کے حصہ میں ہے جو اوپر کی چادر ہے اور وہ دورانِ سر ہے جس کی شدت کی وجہ سے بعض وقت مَیں زمین پر گر جاتا ہوں اور دل کا دوران خون کم ہو جاتا ہے اور ہولناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دوسری بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں ہے جو مجھے کثرت پیشاب کی مرض ہے جسکو ذیابیطس بھی کہتے ہیں۔ اور معمولی طور پر مجھ کو ہر روزہ پیشاب بکثرت آتا ہے اور پندرہ ۱۵ یا بیس ۲۰ دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور بعض اوقات قریب سَو ۱۰۰ دفعہ کے دن رات میں آتا ہے اور اِس سے بھی ضعف بہت ہو جاتا ہے۔ سو یہ زرد رنگ کی دو چادریں ہیں جو میرے حصہ میں آگئی ہیں۔ اور جو لوگ مجھے قبول نہیں کرتے اُن کو تو بہر حال ماننا پڑیگا کہ حضرت عیسٰی نزول کے وقت آسمان سے یہ تحفہ لائینگے جو ۲ دو بیماریاں اُن کے لاحق حال ہونگی ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں۔ اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں ہوگی +

اور اگر کوئی یہ کہے کہ ان چادروں سے اصلی چادریں ہی مراد ہیں تو
گویا اُس کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نزول کے وقت ہندوؤں
کے جوگیوں کی طرح زرد رنگ کی دو چادروں میں نازل ہونگے مگر یہ معنے
اُن معنوں کے برخلاف ہیں جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مکاشفات
کی نسبت کئے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں
دو کڑے دیکھے تھے اور اُس کی تعبیر دو جھوٹے نبی فرمایا تھا۔ اور گائیاں
ذبح ہوتی دیکھی تھیں اور اسکی تعبیر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی شہادت
فرمائی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بڑا پیراہن دیکھا تھا اور اُسکی
تعبیر تقوٰی کی تھی۔ پس اس حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت
قدیم کے موافق کیوں دو زرد چادروں کی وہ تعبیر نہ کی جائے جو بالاتفاق اسلام
کے تمام اکابر معبّروں نے کی ہے جن میں سے ایک بھی اس تعبیر کے مخالف
نہیں اور وہ یہی تعبیر ہے کہ دو زرد چادروں سے دو بیماریاں مراد ہیں۔ اور
میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میرا تجربہ بھی یہی ہے اور بہت سے
مرتبہ جس کا میں شمار نہیں کر سکتا مجھے رویاء میں اپنی نسبت یا کسی دوسرے کی
نسبت جب کبھی معلوم ہؤا کہ زرد چادر بدن پر ہے تو اُس سے بیمار ہونا ہی
ظہور میں آیا ہے پس یہ ظلم ہے کہ جیسا کہ متوفیک کے لفظ کے معنے حضرت
عیسٰی کی نسبت سارے جہان کے برخلاف کئے جاتے ہیں ایسا ہی دو زرد
چادروں کی نسبت بھی وہ معنے کئے جائیں کہ جو برخلاف بیان کردہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم و اصحاب رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین و ائمہ اہلِ
بیت ہوں +

اب خلاصہ کلام یہ کہ اس مقام میں نہایت ضروری بحث یہ ہے کہ آیا

حضرت عیسٰی علیہ السّلام درحقیقت فوت ہو گئے یا نہیں کیونکہ اگر یہ بات ثابت ہے کہ وہ مع جسم عنصری زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو پھر جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں بہرحال اُن کا زمین پر آنا مہدی کی شمولیت کے لئے یا صرف مرنے کے لئے ضروری ہے یہی اصل بحث ہے جسکے طے ہونے سے تمام جھگڑا طے ہو جاتا ہے اور جس فریق کے ہاتھ میں دلائل قویہ حیات یا موت حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہیں وہی فریق سچ پر ہے۔ اور پھر اس بحث کے طے ہونے کے بعد دوسری فروعی بحثیں غیر ضروری ہو جاتی ہیں بلکہ فریق مغلوب کے دوسرے عذرات خودبخود ردّ ہو جاتے ہیں۔ سو طالب حق کے لئے نہایت ضروری یہی مسئلہ ہے جسپر اُسے پوری توجہ کے ساتھ غور کرنا لازم ہے۔

اس جگہ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ قرآن شریف نے صریح لفظوں میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کا ذکر فرمایا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح لفظوں میں حضرت عیسٰی کا اُن ارواح میں داخل ہونا بیان فرمادیا ہے جو اس دُنیا سے گذر چکی ہیں۔ اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے کھُلے کھُلے اجماع کے ساتھ اس فیصلہ پر اتفاق کر لیا ہے کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں۔ پھر بھی ہمارے مخالف بار بار حضرت عیسٰی کی حیات کو پیش کرتے ہیں۔ قرآن شریف کو چھوڑتے ہیں حدیث کو چھوڑتے ہیں صحابہ کے اجماع کو چھوڑتے ہیں اور اپنے باپ دادوں کی غلطی کو مضبوط پکڑتے ہیں۔ اور ایک ذرہ اُن کے پاس اِس بات کا ثبوت نہیں کہ حضرت عیسٰی فوت نہیں ہوئے اور آخری زمانہ میں دوبارہ دُنیا میں آئیں گے صرف وہ حسد اُن کو مخالفت پر آمادہ کر رہا ہے کہ جو ہمیشہ بوجہ معاصرت خود پسند لوگوں

کے دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے اگر بفرض محال یہ امر بھی درمیان ہوتا جو میرے دلائل کے مقابل پر حضرت عیسٰی کی حیات پر اُنکے پاس قرآن شریف یا حدیث کی رُو سے کچھ دلائل ہوتے تب بھی تقوے کا تقاضا ہونا چاہیئے تھا کہ وہ لوگ ایسے شخص کے مقابل پر جو عین ضرورت کے زمانہ میں اور عین صدی کے سر پر آیا ہے۔ اور قوی نشانوں سے اپنا دعوٰی ثابت کرتا ہے کچھ حیا اور شرم کرتے کیونکہ خدا تعالے نے اُن کا نام تو حَکَم نہیں رکھا تا مسیح موعود کے مقابل پر اپنی بات کو اور اپنے قول کو وہ ترجیح دیں **بلکہ مسیح موعود کا نام حَکَم رکھا ہے** پس شرطِ تقوے یہ تھی کہ اگر کچھ دلائل ظنیہ اُنکے ہاتھ ہوتے بھی۔ تب بھی ایسے شخص کے مقابل پر جو دلائل شرعیہ یقینیہ پیش کرتا ہے اور آسمانی نشان دکھلاتا ہے۔ اپنے دلائل کو چھوڑ دیتے۔ مگر افسوس کہ وہ لوگ یہودیوں کے قدم پر قدم رکھتے ہیں اور محض جھوٹ کی حمایت کرتے ہیں **مَیں تو خدا تعالٰے کی طرف سے حَکَم ہو کر آیا ہوں مگر وہ میرے پر حَکَم بننا چاہتے ہیں** ؛

اب ہم اس بات کے لکھنے کے لئے متوجہ ہوتے ہیں کہ فی الواقع حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور اُنکی حیات کا عقیدہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہے ؛

سو یاد رہے کہ قرآن شریف صاف لفظوں میں بلند آواز سے فرما رہا ہے کہ عیسٰی اپنی طبعی موت سے فوت ہو گیا ہے جیسا کہ ایک جگہ تو اللہ تعالے وعدہ کے طور پر فرماتا ہے یا عیسی انی متوفیك ورافعك الیّ۔ اور دوسری آیت میں اس وعدہ کے پورا ہونے کی طرف اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ اُس کا یہ قول ہے۔ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ۔ پہلی آیت کے

یہ معنے ہیں کہ " اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت دونگا یعنی قتل اور صلیب
کے ذریعہ سے تو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ اور میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا
پس یہ آیت تو بطور ایک وعدہ کے تھی۔ اور دوسری آیت ممدوحہ بالا
میں اس وعدہ کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ مع تشریح یہ ہے
کہ یہود خود یقیناً اعتقاد نہیں رکھتے کہ اُنھوں نے عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور جب
قتل ثابت نہیں تو پھر موت طبعی ثابت ہے جو ہر ایک انسان کے لئے
ضروری ہے پس اِس صورت میں جس امر کو یہودیوں نے اپنے خیال میں
حضرت عیسیٰ کے رفع الی اللہ کے لئے مانع ٹھیرایا تھا یعنی قتل اور صلیب
وہ مانع باطل ہؤا اور خدا نے اپنے وعدہ کے موافق اُن کو اپنی طرف اُٹھا
لیا +

اور اس جگہ اِس بات پر ضد کرنا بے فائدہ ہے کہ توفّی کے معنے
مارنا نہیں کیونکہ اس بات پر تمام ائمہ لُغتِ عرب اتفاق رکھتے ہیں کہ
جب ایک علم پر یعنی کسی شخص کا نام لیکر توفّی کا لفظ اُس پر استعمال کیا جائے
مثلاً کہا جائے کہ توفّی اللہ زیداً تو اُسکے یہی معنے ہونگے کہ خدا نے
زید کو مار دیا۔ اسی وجہ سے ائمہ لُغت ایسے موقع پر دوسرے معنے لکھتے ہی
نہیں صرف وفات دینا لکھتے ہیں چنانچہ لسان العرب میں ہمارے بیان کے
مطابق یہ فقرہ ہے۔ تُوفِّی فلانٌ وتوفّاہ اللہ اذا قبض نفسہ و
فی الصحاح اذا قبض روحہ۔ یعنی جب یہ بولا جائے گا کہ تُوفّی فلانٌ
یا یہ کہا جائے گا توفّاہ اللہ تو اُسکے صرف یہی معنے ہونگے کہ فلاں شخص مر
گیا اور خدا نے اُس کو مار دیا۔ اِس مقام میں تاج العروس میں یہ فقرہ لکھا ہے
تُوفِّی فلانٌ اذا مات۔ یعنی تُوفِّی فلانٌ اُس شخص کی نسبت کہا جائے گا

جب وہ مر جائے گا۔ دوسرا فقرہ تاج العروس میں یہ لکھا ہے
توفّاہ اللہ عزوجل اذا قبض نفسہٗ یعنی یہ فقرہ کہ توفّاہ اللہ
عزوجل اُس مقام میں بولا جائے گا جب خدا کسی کی رُوح قبض
کرے گا۔ اور صحاح میں لکھا ہے توفّاہ اللہ قبض روحہ یعنی
اس فقرہ توفّاہ اللہ کے یہ معنے ہیں کہ فلاں شخص کی رُوح کو خدا تعالٰے
نے قبض کر لیا ہے۔ اور مَیں نے جہانتک ممکن تھا صحاح ستہ اور
دوسری احادیث نبویّہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہؤا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے کلام اور صحابہؓ کے کلام اور تابعین کے کلام اور تبع تابعین
کے کلام میں کوئی ایک نظیر بھی ایسی نہیں پائی جاتی جس سے یہہ
ثابت ہو کہ کسی عَلم پر توفّی کا لفظ آیا ہو یعنی کسی شخص کا نام لیکر توفّی
کا لفظ اُسکی نسبت استعمال کیا گیا ہو اور خدا فاعل اور وہ شخص مفعول بہٖ
ٹھیرایا گیا ہو اور ایسی صورت میں اس فقرہ کے معنے بجز وفات دینے
کے کوئی اور کئے گئے ہوں بلکہ ہر ایک مقام میں جب نام لیکر کسی
شخص کی نسبت توفّی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس جگہ خدا فاعل
اور وہ شخص مفعول بہ ہے جس کا نام لیا گیا تو اس سے یہی معنے مُراد
لئے گئے ہیں کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایسی نظیریں مجھے تین سَو
سے بھی زیادہ احادیث میں سے ملیں۔ جن سے ثابت ہؤا کہ جہاں کہیں
توفّی کے لفظ کا خدا فاعل ہو اور وہ شخص مفعول بہ ہو جس کا نام لیا گیا
ہے تو اس جگہ صرف مار دینے کے معنے ہیں نہ اور کچھ۔ مگر باوجود تمام تر
تلاش کے ایک بھی ایسی حدیث مجھے نہ ملی جس میں توفّی کے فعل کا خدا
فاعل ہو۔ اور مفعول بہ عَلم ہو یعنی نام لیکر کسی شخص کو مفعول بہ ٹھیرایا

گیا ہو اور اُس جگہ بجز مارنے کے کوئی اور معنے ہوں *

اسی طرح جب قرآن شریف پر اوّل سے آخر تک نظر ڈالی گئی تو اُس سے بھی یہی ثابت ہُوا۔ جیساکہ آیۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین اور آیۃ واِمّا نرینّك بعض الذی نعدھم و نتوفّینّك وغیرہ آیات سے ثابت ہے۔ اور پھر مینے عرب کے دیوانوں کی محض اسی غرض سے سیر کی اور جاہلیت اور اسلامی زمانہ کے اشعار بڑی غور سے دیکھے اور بہت سا وقت انکے دیکھنے میں خرچ ہُوا۔ مگر مینے ان میں بھی ایک نظیر ایسی نہ پائی کہ جب خدا توفّی کے لفظ کا فاعل ہو اور ایک علم مفعول بہ ہو یعنی کوئی شخص اُس کا نام لے کر مفعول بہ ٹھیرایا گیا ہو تو ایسی صورت میں بجز مار دینے کے کوئی اور معنے ہوں۔ بعد اسکے مینے اکثر عرب کے اہل علم اور اہل فضل و کمال سے دریافت کیا تو اُن کی زبانی بھی یہی معلوم ہُوا کہ آج کے دنوں تک تمام عرب کی سرزمین میں یہی محاورہ جاری و ساری ہے کہ جب ایک شخص دوسرے شخص کی نسبت بیان کرتا ہے کہ توفّی اللہ فلاناً تو اسکے معنے قطعی اور یقینی طور پر یہی سمجھے جاتے ہیں کہ فلاں شخص کو خدا تعالیٰ نے مار دیا۔ اور جب ایک عرب کو دوسرے عرب کی طرف سے ایک خط آتا ہے اور اس میں مثلاً یہ لکھا ہُوا ہوتا ہے کہ توفی اللہ زیداً تو اس کا یہی مطلب سمجھا جاتا ہے کہ خدا نے زید کو مار دیا۔ پس اس قدر تحقیق کے بعد جو حق الیقین تک پُہنچ گئی ہے یہ امر فیصلہ ہو گیا ہے اور امور مشہودہ محسوسہ کے درجہ تک پُہنچ گیا ہے کہ ایک شخص جسکی نسبت اس طور سے لفظ توفّی استعمال کیا جائے اُسکے یہی معنے ہونگے کہ وہ شخص وفات پاگیا

ہے نہ اور کچھ اور چونکہ اسی طور سے لفظ توفّی قرآن شریف میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت دو مقام میں استعمال پایا ہے پس قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوا کہ درحقیقت حضرت عیسٰی علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور اُن کا رفع وہی ہے جو رُوحانی رفع ہوتا ہے۔ اور اُنکی وفات بذریعہ قتل اور صلیب کے نہیں ہوئی ہے جیساکہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں خبر دی ہے بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے وفات پا گئے ہیں ٭

اور لسان العرب اور دیگر کُتبِ لُغت سے ظاہر ہے کہ اصل معنے توفّی کے یہی ہیں کہ طبعی موت سے کسی کو مارا جائے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ زبانِ عرب کا ایک بے مثل امام جس کے مقابل پر کسی کو چون و چرا کی گنجایش نہیں یعنی علامہ زمخشری آیۃ انّی متوفیک کے یہی معنے کرتا ہے کہ انّی ممیتک حتف انفک یعنی اے عیسٰی میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ حتف لُغتِ عرب میں موت کو کہتے ہیں اور انف کہتے ہیں ناک کو۔ اور عربوں میں قدیم سے یہ عقیدہ چلا آتا ہے کہ انسان کی جان ناک کی راہ سے نکلتی ہے اس لئے طبعی موت کا نام اُنھوں حتف انف رکھدیا۔ اور عربی زبان میں توفّی کے لفظ کا اصل استعمال طبعی موت کے محل پر ہوتا ہے اور جہاں کوئی شخص قتل کے ذریعہ سے ہلاک ہو وہاں قتل کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ ایسا محاورہ ہے کہ جو کسی عربی دان پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں یہ عرب کے لوگوں کا قاعدہ ہے کہ کبھی ایسے لفظ کو کہ جو اپنی اصل وضع میں استعمال اُس کی کسی خاص محل کے لئے ہوتا ہے ایک قرینہ قائم کر کے کسی غیر محل پر بھی

مستعمل کر دیتے ہیں یعنی استعمال اُس کا وسیع کر دیتے ہیں اور جب ایسا قرینہ موجود نہ ہو تو پھر ضروری ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں وہ لفظ اپنی اصل وضع پر استعمال پاوے سو اس جگہ جو علامہ امام زمخشری نے زیر آیۃ انّی متوفیک یہ لکھا ہے کہ انّی متوفیک حتف انفک یعنے اے عیسیٰ میں تجھے تیری طبعی موت سے ماروں گا۔ ان معنوں کے کرنے میں علامہ موصوف نے صرف لفظ توفّی کی اصل وضع استعمال پر نظر نہیں رکھی بلکہ مقابل پر اس آیت کو دیکھ کر کہ ما قتلوہ یقیناً اور اس آیت کو دیکھ کر ما قتلوہ وما صلبوہ اس بات پر قرینہ قویہ پایا کہ اس جگہ لفظ متوفّیک کا استعمال اپنی اصل وضع پر ضروری اور واجب ہے یعنی اس جگہ اُس کے یہ معنے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے تیری طبعی موت سے ماروں گا اسی وجہ سے اس نے آیت انّی متوفیک کی یہ تفسیر کی کہ انّی ممیتک حتف انفک یعنی میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس امام زمخشری کی نظر عمیق نہایت قابل تعریف ہے کہ اُنھوں نے لفظ توفّی کے صرف اصل وضع استعمال پر حصر نہیں رکھا بلکہ بالمقابل قرآن شریف کی اِن آیتوں پر نظر ڈال کر کہ عیسیٰ قتل نہیں کیا گیا اور نہ صلیب دیا گیا اصل وضع لفظ کے مطابق متوفّیک کی تفسیر کر دی۔ اور ایسی تفسیر بجز ماہر فنّ علم لُغت کے ہر ایک نہیں کر سکتا۔ یاد رہے کہ علّامہ امام زمخشری لسان عرب کا مسلّم عالم ہے۔ اور اِس فنّ میں اُس کے آگے تمام مابعد آنیوالوں کا سرِ تسلیم خم ہے اور کتب لُغت کے لکھنے والے اُسکے قول کو سند میں لاتے ہیں جیساکہ صاحب تاج العروس بھی جا بجا اُس کے قول کی سند پیش کرتا ہے ✣

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ جبکہ آیۃ ما قتلوہ یقیناً اور آیۃ وما قتلوہ وما صلبوہ صرف توفّی کے لفظ کی توضیح کے لئے بیان فرمائی گئی ہے کوئی نیا مضمون نہیں ہے بلکہ صرف یہ تشریح مطلوب ہے کہ جیسا کہ لفظ متوفّیک میں یہ وعدہ تھا کہ عیسیٰ کو اُس کی طبعی موت سے مارا جائے گا ایسا ہی وہ طبعی موت سے مرگیا نہ کسی نے قتل کیا اور نہ کسی نے صلیب دیا۔ پس یہ خیال بھی جو یہود کے دل میں پیدا ہوا تھا جو عیسیٰ نعوذ باللہ لعنتی ہے اور اُس کا رُوحانی رفع نہیں ہوا ساتھ ہی باطل ہو گیا۔ کیونکہ اِس خیال کی تمام بنا صرف قتل اور صلیب پر تھی اور اُسی سے یہ نتیجہ نکالا گیا تھا۔ کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ ملعون اور راندہ درگاہ الٰہی ہیں۔ جن کا خدا تعالےٰ کی طرف رفع نہیں ہوا۔ پس چونکہ متوفّیک کے لفظ کے ساتھ خدا تعالےٰ نے یہ شہادت دی کہ عیسیٰ اپنی طبعی موت سے مرا ہے۔ اور پھر خدا نے اِسی پر اکتفا نہ کی بلکہ متوفّیک کے لفظ کا جو اصل منشاء تھا یعنی طبعی موت سے مرنا اِس منشاء کی آیت ما قتلوہ وما صلبوہ اور آیت وما قتلوہ یقیناً کے ساتھ پورے طور پر تشریح کر دی۔ کیونکہ جس شخص کی موت قتل وغیرہ خارجی ذریعوں سے نہیں ہوئی اُس کی نسبت یہی سمجھا جاوے گا کہ وہ طبعی موت سے مرا ہے پس اس میں کچھ شک نہیں کہ فقرہ وما قتلوہ وما صلبوہ متوفّیک کے لفظ کے لئے بطور تشریح واقع ہوا ہے اور جب قتل اور صلیب کی نفی ثابت ہوئی تو بموجب اِس قول کے کہ اذا فات الشرط فات المشروط رفع الی اللہ حضرت عیسیٰ کا ثابت ہو گیا۔ اور یہی مطلوب تھا +

اور پھر ہم اپنی پہلی کلام کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ یہ امر ثابت شدہ

ہے کہ جس جگہ کسی کلام میں توفّی کے لفظ میں خدا تعالےٰ فاعل ہو۔ اور کوئی شخص نام لیکر اُس فاعل کا مفعول بہ قرار دیا جائے ایسے فقرہ کے ہمیشہ یہ معنے ہوتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اس شخص کو مار دیا ہے یا مارے گا۔ کوئی اور معنے ہرگز نہیں ہوتے۔ اور میںنے مدت ہوئی کہ اسی ثابت شدہ امر پر ایک اشتہار دیا تھا کہ جو شخص اس کے برخلاف کسی حدیث یا دیوان مستند عرب سے کوئی ایسا فقرہ پیش کرے گا جس میں باوجود اس کے کہ توفّی کے لفظ کا خدا فاعل ہو اور کوئی عَلم مفعول بہ ہو یعنی کوئی ایسا شخص مفعول بہ ہو جس کا نام لیا گیا ہو مگر باوجود اس امر کے اُس جگہ وفات دینے کے معنے نہ ہوں تو اس قدر اُس کو انعام دوں گا۔ اُس اشتہار کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ اب پھر اتمام حجت کے لئے دو سَو روپیہ نقد کا اشتہار دیتا ہوں کہ اگر کوئی ہمارا مخالف ہمارے اس بیان کو یقینی اور قطعی نہیں سمجھتا تو وہ احادیث صحیحہ نبویّہ یا قدیم شاعروں کے اقوال میں سے جو مستند ہوں اور جو عرب کے اہلِ زبان اور اپنے فنّ میں مسلّم ہوں کوئی ایک ایسا فقرہ پیش کرے جس میں توفّی کے لفظ کا خدا تعالےٰ فاعل ہو۔ اور مفعول بہ کوئی عَلم ہو جیسے زیدؔ اور بکرؔ اور خالدؔ وغیرہ اور اُس فقرہ کے معنے بداہت کوئی اور ہوں وفات دینے کے معنے نہ ہوں تو ایسی صورت میں

**مَیں ایسے شخص کو مبلغ دو سَو روپیہ نقد دوں گا۔** ایسے شخص کو صرف یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ حدیث جس کو وہ پیش کرتا ہے وہ حدیث صحیح نبوی ہے یا گذشتہ عرب کے شاعروں میں سے کسی ایسے شاعر کا قول ہے جو علمِ محاوراتِ عرب میں مسلّم الکمال ہے۔ اور یہ ثبوت دینا بھی ضروری ہوگا کہ قطعی طور پر اُس حدیث یا اُس شعر سے ہمارے دعویٰ

کے مخالف معنے نکلتے ہیں اور اِن معنوں سے جو ہم لیتے ہیں وہ مضمون فاسد ہوتا ہے یعنی وہ حدیث یا وہ شعر اُن معنوں پر قطعیۃ الدلالت ہے کیونکہ اگر اُس حدیث یا اُس شعر میں ہمارے معنوں کا بھی احتمال ہے۔ تو ایسی حدیث یا ایسا شعر ہرگز پیش کرنے کے لائق نہ ہوگا کیونکہ کسی فقرہ کو بطور نظیر پیش کرنے کے لئے اُس مخالف مضمون کا قطعیۃ الدلالت ہونا شرط ہے۔ وجہ یہ کہ جس حالت میں صدہا نظائر قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہو چکا ہے کہ توفّی کا لفظ اُس صورت میں کہ خدا تعالےٰ اُس کا فاعل اور کوئی عَلم یعنی کوئی نام لے کر انسان اُس کا مفعول بہ ہو بجز وفات دینے اُس مفعول بہ کے کسی دوسرے معنوں پر آہی نہیں سکتا۔ تو پھر اِن نظائر متواترہ کثیرہ کے برخلاف جو شخص دعویٰ کرتا ہے۔ یہ بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے کہ وہ ایسی کوئی صریح نظیر جو قطعیۃ الدلالت ہو برخلاف ہمارے دعویٰ کے پیش کرے۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارہ +

پھر دوسری حجۃ اور قطعی دلیل حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی وفات پر خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے بل رفعہ اللہ الیہ۔ کیونکہ قرآن شریف اور احادیث کی تتبع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رفع الی اللہ جو رفعہ اللہ الیہ کے فقرہ سے ظاہر ہے بجز موت کی حالت کے کسی حالت کی نسبت بولا نہیں جاتا جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ یا ایّتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربّک راضیۃً مرضیّۃً ط فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی۔ یعنی اے نفس مطمئنہ جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ اُس حالت میں کہ خدا تجھ سے راضی اور

تو خدا اسے راضی۔ اور میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میرے بہشت میں داخل ہو جا ۞

اب یہ ظاہر ہے کہ یہ مقولہ اللہ جلّشانہٗ کا کہ خدا کی طرف واپس چلا آ۔ کوئی اہل اسلام میں سے اس کے یہ معنے نہیں کرتا کہ زندہ مع جسم عنصری آسمان پر جا بیٹھ بلکہ آیۃ ارجعی الی ربک کے معنے موت ہی لئے جاتے ہیں۔ پس جبکہ خدا تعالےٰ کی طرف واپس جانا بموجب نص صریح قرآن شریف کے موت ہے تو پھر خدا کی طرف اٹھائے جانا جیسا کہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے ظاہر ہوتا ہے کیوں موت نہیں۔ یہ تو انصاف اور عقل اور تقوےٰ کے برخلاف ہے کہ جو معنے نصوص قرآنیہ سے ثابت اور متحقق ہوتے ہیں اُن کو ترک کیا جائے۔ اور جن معنوں اور جس محاورہ کی اپنے پاس کوئی بھی دلیل نہیں اُس پہلو کو اختیار کیا جائے۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے۔ کہ رفع الی اللہ کے زبان عرب اور محاورۂ عرب میں بجز وفات دیئے جانے کے کوئی اور بھی معنے ہیں۔ ہاں اُس وفات سے ایسی وفات مراد ہے جس کے بعد رُوح خدا تعالےٰ کی طرف اُٹھائی جاتی ہے۔ جیسے مومنوں کی وفات ہوتی ہے۔ یہی محاورہ خدا تعالےٰ کی پہلی کتابوں میں موجود ہے ۞

اور آیت ممدوحہ بالا میں جو فرمایا ہے فادخلی فی عبادی جس کے معنے پہلے فقرہ کے ساتھ ملانے سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف واپس آ جا اور پھر خدا کے بندوں میں داخل ہو جا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص گذشتہ ارواح میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وفات نہ پا لے پس جبکہ بموجب نص قرآن شریف کے گذشتہ ارواح میں داخل ہونا بجز مرنے کے ممتنع اور محال ہے۔ تو پھر کیونکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر فوت

ہونے کے حضرت یحیٰی کے پاس دوسرے آسمان میں جا بیٹھے ہیں۔

اِس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ آیت ممدوحہ بالا میں خداتعالےٰ نے یہ بھی فرمایا ہے وادخلی جنّتی جس کے معنے اِس فقرہ کو تمام آیت کے ساتھ ملانے سے یہ ہوتے ہیں "کہ اے نفس آرام یافتہ اپنے خدا کیطرف واپس آجا تو اُس سے راضی۔ اور وہ تجھ سے راضی اور میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میرے بہشت میں داخل ہوجا" پس جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُس مشاہدے سے جو معراج کی رات میں آپ کو ہوا۔ یہ ثابت ہے کہ قرآن شریف کی اِس آیت کے مطابق نبیوں اور رسولوں کی روحیں جو دُنیا سے گذر چکی ہیں وہ عالمِ ثانی میں ایک ایسی جماعت کی طرح ہیں جو بلاتوقف پچھلی فوت ہونے والی پہلوں کی گروہ میں جا ملتی ہیں اور اُن میں داخل ہو جاتی ہیں جیساکہ آیۃ فادخلی فی عبادی کا منشاء ہے۔ پھر آخری فقرہ اِن آیات کا یعنی وادخلی جنّتی بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ تمام عباد اللہ بلاتوقف بہشت میں داخل ہوں اور جیساکہ آیۃ فی عبادی کا مفہوم کوئی مترقب امر نہیں جو دور دراز زمانہ کے بعد ظہور میں آوے بلکہ راستبازوں کے مرنے کے ساتھ ہی بلاتوقف اُس کا ظہور ہوتا ہے یعنی ایک جماعت جو بعد میں مرتی ہے۔ پہلوں میں بلاتوقف جاملتی ہے۔ پس اِسی طرح لازم آتا ہے کہ دوسرا فقرہ آیت کا یعنی وادخلی جنّتی وہ بھی بلاتوقف ظہور میں آتا ہو یعنی ہر ایک شخص جو طیّب اور طاہر مومنوں میں سے مرے۔ وہ بھی بلاتوقف بہشت میں داخل ہو جائے اور یہی بات حق ہے جیساکہ قرآن شریف کے دوسرے مقامات میں بھی اس کی تشریح ہے منجملہ ان کے ایک وہ مقام ہے

جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قیل ادخل الجنّۃ یعنی کہا گیا کہ تو بہشت میں داخل ہو جا۔ ایسا ہی اور بہت سے مقامات ہیں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح طیّبین مطہّرین کے بمجرّد فوت ہونے کے بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی بہت سی احادیث سے یہی مطلب ثابت ہوتا ہے۔ اور ارواح شہداء کا بہشت کے میوے کھانا یہ تو ایسی مشہور حدیثیں ہیں کہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہیں اور خدا تعالےٰ بھی فرماتا ہے ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربّھم یرزقون۔ یعنی جو لوگ خدا تعالےٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کی نسبت یہ گمان مت کرو کہ وہ مُردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں خدا تعالےٰ سے اُن کو رزق ملتا ہے اور کتب سابقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ پس جبکہ ارواح طیّبین مطہّرین کا بہشت میں داخل ہونا ثابت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بہشت وہ مقام ہے جس میں انواع اقسام کی جسمانی نعماء بھی ہونگی اور طرح طرح کے میوے ہونگے اور بہشت میں داخل ہونے کے یہی معنے ہیں کہ وہ نعمتیں کھاوے اس صورت میں صرف رُوح کا بہشت میں داخل ہونا بے معنے اور بے سود ہے کیا وہ بہشت میں داخل ہو کر ایک محروم کی طرح بیٹھی رہے گی اور بہشت کی نعمتوں سے فائدہ نہیں اُٹھائے گی۔ پس آیت وادخلی جنّتی صاف بتلا رہی ہے کہ مومن کو مرنے کے بعد ایک جسم ملتا ہے اسی وجہ سے تمام آئمہ اور اکابر متصوّفین اس بات کے قائل ہیں کہ مومن جو طیّب اور مطہر ہوتے ہیں وہ بمجرّد فوت ہونے کے ایک پاک اور نورانی جسم پاتے ہیں جس ذریعہ سے وہ نعماء جنّت سے لذّت اُٹھاتے ہیں۔ اور

بہشت کو صرف شہیدوں کے لئے مخصوص کرنا ایک ظلم ہے بلکہ ایک کفر ہے کیا کوئی سچا مومن یہ گستاخی کا کلمہ زبان پر لا سکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی تک بہشت سے باہر ہیں جنکے روضہ کے نیچے بہشت ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے آپ کے ذریعہ سے ایمان اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا وہ شہید ہونے کی وجہ سے بہشت میں داخل ہیں اور بہشتی میوے کھا رہے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو وقف کر دیا وہ شہید ہو چکا۔ پس اس صورت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اول الشہداء ہیں۔ سو جبکہ یہ بات ثابت ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ مسیح بھی مع جسم آسمان پر اُٹھایا گیا (مگر اس جسم کے ساتھ جو اس عنصری جسم سے الگ ہے) اور پھر خدا تعالےٰ کے بندوں میں داخل ہوا اور بہشت میں داخل ہوا۔ اِس صورت میں ہماری اور ہمارے مخالفوں کی نزاع صرف لفظی نزاع نکلی۔ اب جبکہ اس صورت پر رفع مع جسم ثابت ہوا تو اسکے بعد کیا ضرورت اور حاجت ہے کہ ایک مسلّم سنت اللہ سے جو تمام انبیاء کی نسبت ایک پاک جسم عطا کرنے کی ہے منہ پھیر کر حضرت عیسیٰ کو مع خاکی جسم آسمان پر اُٹھایا جائے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ اُن کو بھی بعد موت ایک نورانی جسم ملا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ وغیرہ انبیاء کو جسم ملا تھا اور اسی جسم کے ساتھ وہ خدا تعالےٰ کی طرف اُٹھائے گئے تھے تو ہم کب اِس سے اِنکار کرتے ہیں۔ اس قسم کے جسم کے ساتھ حضرت مسیحؑ کا آسمان پر جانا ہمیں بدل و جان منظور ہے ع چشم ما روشن و دل ما شاد ✤

اور اگرچہ آیات ممدوحہ بالا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر نصوص

صریحہ قطعیہ ہیں۔ مگر تاہم اگر قرآن شریف کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ اور بھی بہت سی ایسی آیات ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ منجملہ اُنکے یہ آیت ہے وما محمدٌ الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افاِن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم محض ایک رسول ہیں اور اُن سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں پس کیا اگر وہ فوت ہو گئے یا قتل کئے گئے تو تم دین اسلام کو چھوڑ دو گے۔ اور جیسا کہ ابھی میں بیان کر چکا ہوں یہ صحیح نہیں ہے کہ خلت کا لفظ اور تمام نبیوں کے لئے تو وفات دینے کے لئے آتا ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اِن معنوں پر آتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو مع جسم عنصری آسمان پر اُٹھا لیا یہ دعوےٰ سراسر بے دلیل ہے۔ اِسپر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔ بلکہ جہاں جہاں قرآن شریف میں خلت کا لفظ آیا ہے وفات کے معنوں پر ہی آیا ہے اور کوئی شخص قرآن شریف سے ایک بھی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتا کہ اِن معنوں پر آیا ہو کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر اُٹھایا گیا۔ ماسوا اس کے جیسا کہ مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں خدا تعالےٰ نے انہیں آیات میں خلت کے لفظ کی خود تشریح فرما دی ہے اور خلت کے مفہوم کو صرف موت اور قتل میں محدود کر دیا ہے۔ یہی آیۃ شریفہ ہے جس کی رُو سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اِس بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ تمام نبی اور رسول فوت ہو چکے ہیں اور کوئی ان میں سے دُنیا میں واپس آنے والا نہیں بلکہ اس اجماع کی اصل غرض یہی تھی کہ دُنیا میں واپس آنا کسی کے لئے ممکن نہیں۔ اور اِس اجماع سے اُس خیال کا ازالہ مطلوب تھا کہ جو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پھر دُنیا میں واپس آئینگے اور منافقوں کے ناک اور کان کاٹیں گے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ اگر اسلام میں کسی نبی کا دُنیا میں واپس آنا تسلیم کیا جاتا تو اِس آیت کے پڑھنے سے حضرت عمرؓ کے خیال کا ازالہ غیر ممکن ہوتا اور ایسی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کسر شان تھی بلکہ ایسی صورت میں حضرت ابوبکر کا اِس آیت کو پڑھنا ہی بے محل تھا غرض یہ آیت بھی وہ عالی شان آیت ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بلند آواز سے اعلان کرتی ہے۔ فالحمد للہ علےٰ ذلک ؎

پھر ایک اور آیت ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات ثابت ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما المسیح ابن مریم الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامّہ صدیقہ کانا یاکلان الطعام (الجزو ۶ ع ۱۰) یعنی عیسیٰ مسیح ایک رسول ہے پہلے اُس سے سب رسول فوت ہو چکے ہیں اور ماں اُس کی ایک عورت راستباز تھی اور دونوں جب زندہ تھے روٹی کھایا کرتے تھے ؎

اِس آیت میں اللہ تعالےٰ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی خدائی کا ابطال کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ پہلے اِس سے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ اور پھر باوجود اسکے یہ خیال کہ مسیح زندہ آسمان پر بیٹھا ہے باطل ہے پس کس طرح اس دلیل سے اُسکی خدائی ثابت کی جاتی ہے کیونکہ یہ دلیل ہی فاسد ہے بلکہ حق یہ ہے کہ موت نے کسی کو نہیں چھوڑا سب مر گئے۔ دوسری دلیل اُس کی عبودیت پر یہ ہے کہ اسکی ماں تھی جس سے وہ پیدا ہوُا اور خدا کی کوئی ماں نہیں۔ تیسری دلیل اُس کی عبودیت پر یہ ہے کہ جب وہ

اور اُس کی ماں زندہ تھے دونوں روٹی کھایا کرتے تھے۔ اور خدا روٹی کھانے سے پاک ہے یعنی روٹی بدل ما یتحلل ہوتی ہے اور خدا اِس سے بلند تر ہے کہ اُس میں تحلیل پانے کی صفت ہو مگر مسیح روٹی کھاتا رہتا تھا پس اگر وہ خدا ہے تو کیا خدا کا وجود بھی تحلیل پاتا رہتا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طبعی تحقیقات کی رُو سے انسان کا بدن تین برس تک بالکل بدل جاتا ہے اور پہلے اجزاء تحلیل ہو کر دوسرے اجزاء اُن کے قائم مقام پیدا ہو جاتے ہیں مگر خدا میں یہ نقص ہرگز نہیں۔ یہ دلیل ہے جس کو خدا تعالےٰ حضرت عیسیٰ کے انسان ہونے پر لایا ہے +

مگر افسوس اِن لوگوں پر کہ جو حضرت عیسیٰ کو آسمان پر پہنچا کر پھر اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُن کے وجود میں انسانوں کی طرح یہ خاصیت نہیں کہ سلسلہ تحلیل کا اُن میں جاری رہے اور بغیر اِس کے جو بذریعہ غذاء بدل ما یتحلل اُن کو ملتا ہو اُن کا وجود فنا سے بچا ہوا ہوگا۔ اس طرح پر وہ خدا کی اُس بُرہان اور دلیل کو توڑنا چاہتے ہیں جو آیت ممدوحہ بالا میں اُس نے قائم کی ہے یعنی خدا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انسان ہونے کی یہ دلیل دیتا ہے کہ اور انسانوں کی طرح وہ بھی محتاج غذا تھا اور بغیر غذا کے اُس کا بدن قائم نہیں رہ سکتا تھا بلکہ بدل ما یتحلل کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو مع جسم عنصری آسمان پر پہنچاتے ہیں وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُن کا وجود بغیر غذا کے قائم رہ سکتا ہے تو گویا وہ برخلاف منشاء اللہ تعالےٰ کے حضرت عیسیٰ کی خدائی کی ایک دلیل پیش کرتے ہیں شرم کی جگہ ہے کہ جس دلیل کو خدا نے اِس غرض سے پیش کیا ہے کہ تا حضرت عیسیٰ کی انسانیت ثابت ہو یہ لوگ اُس دلیل کی بے عزتی کرتے ہیں کیونکہ

جس بات سے خدا تعالےٰ انکار کرتا ہے کہ وہ بات مسیح میں موجود نہیں تا اس کو خدا ٹھیرایا جاوے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بات اُس میں موجود ہے۔ پس یہ خدا کی اُس حجّت کاملہ کی بے عزّتی ہے جو حضرت عیسٰی کے انسان ہونے کے لئے وہ پیش کرتا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے کہ حضرت عیسٰی باوجود جسم عنصری کے روٹی کھانے کے محتاج نہیں اور اُن کا بدن خدا کے وجود کی طرح خود بخود قائم رہ سکتا ہے تو یہ تو اُن کی خدائی کی ایک دلیل ہے جو قدیم سے عیسائی پیش کیا کرتے ہیں اور اُس کے جواب میں یہ کہنا کافی نہیں کہ زمین پر تو وہ روٹی کھایا کرتے تھے گو وہ آسمان پر نہیں کھاتے کیونکہ مخالف کہہ سکتا ہے کہ زمین پر وہ محض اپنے اختیار سے کھاتے تھے انسانوں کی طرح روٹی کے محتاج نہ تھے اور اگر محتاج ہوتے تو آسمان پر بھی ضرور محتاج ہوتے۔ مجھے بار بار اس قوم پر افسوس آتا ہے کہ خدا تو حضرت مسیح کا روٹی کھانا اُن کی انسانیت پر دلیل لاوے۔ اور لوگ یہ اعتقاد رکھیں کہ گو حضرت مسیح نے زمین پر تینس ۳۳ برس تک روٹی کھائی مگر آسمان پر انیس ۱۹۰۰ سو برس سے بغیر روٹی کھانے کے جیتے ہیں ٭

اور پھر ایک اور دلیل حضرت عیسٰی کی وفات پر قرآن شریف کی یہ آیت ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون۔ (ترجمہ) تم (اے بنی آدم) زمین میں ہی زندگی بسر کروگے اور زمین میں ہی مروگے اور زمین میں سے ہی نکالے جاؤگے پس باوجود اس قدر نص صریح کے کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بجائے زمین پر رہنے کے قریبًا دو ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ کسی نامعلوم مدت تک آسمان پر رہیں ایسی صورت میں تو قرآن شریف کا ابطال

لازم آتا ہے ؎

اور پھر ایک اور دلیل حضرت عیسٰی کی وفات پر قرآن شریف کی یہ آیت ہے ولکم فی الارض مستقرٌ ومتاعٌ الی حین۔ (ترجمہ) اور تمہاری قرارگاہ زمین ہی ہوگی اور موت کے دنوں تک تم زمین پر ہی اپنے آرام کی چیزیں حاصل کروگے۔ یہ آیت بھی آیت ممدوحہ بالا کے ہم معنے ہے پس کس طرح ممکن ہے کہ حضرت عیسٰی زمین پر جو انسانوں کے رہنے کی جگہ ہے صرف تینتیس ۳۳ برس تک زندگی بسر کریں مگر آسمان پر جو انسانوں کے رہنے کی جگہ نہیں دو ہزار برس تک یا اس سے بھی زیادہ کسی نامعلوم مدت تک سکونت اختیار کر رکھیں۔ اِس سے تو شبہ پڑے گا کہ وہ انسان نہیں ہیں خاصکر اِس صورت میں کہ ایسے فوق الانسانیت خواص دکھلانے میں کوئی دوسرا انسان اُن کا شریک نہیں ؎

اور پھر ایک اور دلیل حضرت عیسٰی کی وفات پر قرآن شریف کی یہ ہے اللہ الذی خلقکم من ضعفٍ ثم جعل من بعد ضعفٍ قوۃً ثم جعل من بعد قوۃٍ ضعفاً وشیبۃً۔ (ترجمہ) یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دیدی پھر قوۃ کے بعد ضعف اور پیرانہ سالی دی۔ اب ظاہر ہے کہ یہ آیت تمام انسانوں کے لئے ہے یہاں تک کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس میں داخل ہیں۔ اور خود ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو نبیوں کے سردار ہیں وہ بھی اس سے باہر نہیں آپ پر بھی پیرانہ سالی کے علامات ظاہر ہوگئے تھے اور چند بال سفید ریش مبارک میں آگئے تھے اور آپ خود اپنی آخری عمر میں آثار پیرانہ سالی کے ضعف کے اپنے اندر محسوس کرتے تھے لیکن

بقول ہمارے مخالفین کے حضرت عیسیٰ اِس سے بھی باہر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک خصوصیّت اُن کی ہے جو فوق العادت ہے۔ اور یہی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی خدائی پر ایک دلیل ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کی خدائی پر صرف ایک دلیل نہیں بلکہ پانچ دلیلیں ہیں جو بزعم نصاریٰ اور عقیدہ ہماری قوم کے مخالفوں کے اس جگہ موجود ہیں جن کا ابطال بغیر اُس خصوصیّت کے توڑنے کے ممکن نہیں کیونکہ جس حالت میں حضرت عیسیٰ ہی اپنی ذات میں یہ خصوصیّت رکھتے ہیں کہ وہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے کوئی دوسرا انسان اُن کا شریک نہیں۔ اور پھر دوسری یہ خصوصیت بھی رکھتے ہیں کہ صدہا سال تک بغیر آب و دانہ کے آسمان پر زندہ رہنے والے وہی ٹھیرے جس میں اُن کا کوئی دوسرا انسان شریک نہیں۔ اور پھر تیسری یہ خصوصیّت رکھتے ہیں کہ آسمان پر اتنی مدّت تک پیرانہ سالی اور ضعف سے محفوظ رہنے والے وہی ٹھیرے جس میں اُن کا کوئی آدمی شریک نہیں۔ اور پھر چوتھی یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ مدّت دراز کے بعد آسمان سے مع ملائک نازل ہونے والے وہی ٹھیرے جس میں اُن کا ایک بشر بھی شریک نہیں۔ اب سوچنا چاہئے کہ یہ چار خصوصیتیں جو محض اُنکی ذات میں تسلیم کی جاتی ہیں اور ان میں وہ وحدہ لا شریک خیال کئے جاتے ہیں کس قدر یہ عقیدہ لوگوں کے لئے موجبِ ابتلا ہو سکتا ہے اور خدا بنانے والوں کے لئے کس قدر وجوہات ملتے ہیں جو خود مسلمان کے اقرار سے ثابت شدہ امور ہیں۔ پس اگر خدا نے حضرت عیسیٰ کو وفات شدہ قرار دیکر ان تمام خصوصیتوں کو ردّ نہیں کر دیا۔ تو پھر دوسرا طریق ردّ کا یہ تھا کہ

خدا تعالےٰ چند ایسی نظیریں پیش کرتا جس سے معلوم ہوتا کہ ان خوارق میں بعض اور انسان بھی اُسکے شریک ہیں جیسا کہ خدا تعالےٰ نے بے پدر پیدا ہونے میں حضرت آدمؑ کی نظیر پیش کر دی تھی۔ مگر جبکہ خدا تعالےٰ نے نہ حضرت عیسیٰ کو فوت شدہ قرار دیا اور نہ اُن تمام خصوصیّتوں کو توڑا تو اس صورت میں گویا خدا تعالےٰ عیسائیوں کی حجّت کے سامنے لاجواب ہو گیا۔ اور اگر کہو کہ ہم یہ بھی تو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں آکر ایک مُدّت کے بعد فوت ہو جائینگے تو اس بات کو عیسائی قبول نہیں کرتے وہ تمہارے اقرارات سے تمہیں ملزم کرتے ہیں اور اُن پر واجب نہیں کہ تمہارے دعوے بے دلیل کو مان لیں۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰ قیامت کے دن تک زندہ رہیں اور سب خدائی کی علامتیں احیاءِ موتے وغیرہ اُن میں موجود ہوں تو ممکن ہے کہ موت سے بچ رہیں اور عیسائیونکا تو یہی عقیدہ ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہو کر نہیں مرینگے بلکہ بحیثیت خدا ہونے کے لوگوں کو جزا و سزا دینگے اور جس حالت میں تمہارے اپنے اقرار سے یہ چار خصوصیّتیں حضرت عیسیٰ میں ثابت ہیں تو عیسائی تو اس صورت میں آپ لوگوں پر سوار ہو جائینگے کیونکہ انکے نزدیک یہ چار خصوصیتیں حضرت عیسیٰ کے خُدا بنانے کے لئے کافی ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی مصلحت سے بعید ہے کہ وہ ایسے شخص کو یہ چار خصوصیّتیں عطا کرے جسکو چالیس کروڑ انسان خدا بنا رہا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی خصوصیّت کے بارے میں صرف ایک بات پیش کی تھی کہ وہ بغیر باپ پیدا ہوا ہے تو خدا تعالےٰ نے فی الفور اس کا جواب دیا اور فرمایا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل اٰدم خلقہ من

تراب ثم قال لہٗ کن فیکون ۔یعنی خدا تعالےٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی مثال ہے خدا نے اُس کو مٹی سے بنایا پھر کہا کہ ہو جا پس وہ زندہ جیتا جاگتا ہو گیا۔یعنی عیسیٰ علیہ السّلام کا بے باپ ہونا کوئی امر خاص اسکے لئے نہیں تا خدا ہونا اُس کا لازم لاوے۔آدم کے باپ اور ماں دونوں نہیں۔پس جس حالت میں خدا تعالےٰ کی غیرت نے یہ تقاضا کیا کہ حضرت عیسیٰ میں بے پدر ہونے کی خصوصیّت نہ رہی تا اُنکی خدائی کے لئے کوئی دلیل نہ ٹھیرائی جائے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ میں چار فوق العادت خصوصیّتیں قبول کر لیں ہوں ہاں اگر خُدا نے اُن خصوصیّتوں کے توڑنے کے لئے کچھ نظیریں پیش کی ہیں تو وہ نظیریں پیش کرنی چاہئیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ خدا تعالےٰ عیسائیوں کے دعوے کا جواب نہیں دے سکا۔کیونکہ یہ بھی ایسی خصوصیّتیں ہیں جو عیسائی پیش کیا کرتے ہیں اور اِن خصوصیّتوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کی دلیل ٹھیراتے ہیں۔پس جبکہ خدا تعالےٰ نے ان چار خصوصیّتوں کو آدم کی پیدائش کی طرح کوئی نظیر پیش کر کے نہیں توڑا تو اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے عیسائیوں کے دعوے کو مان لیا ہے اور اگر توڑا ہے اور اِن چار خصوصیّتوں کی کوئی نظیر پیش کی ہے تو قرآن شریف سے وہ آیات پیش کرو +

اور منجملہ اُن آیات کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات پر صریح دلالت کرتی ہیں یہ آیت قرآن شریف کی ہے والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون ط اموات غیر احیاء وما یشعرون ایّان یبعثون ۔یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش

کئے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں اور وہ سب لوگ مر چکے ہیں زندہ نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائینگے۔ پس اس مقام پر غور سے دیکھنا چاہیئے کہ یہ آیتیں کس قدر صراحت سے حضرت مسیح اور اُن تمام انسانوں کی وفات کو ظاہر کر رہی ہیں جنکو یہود اور نصاریٰ اور بعض فرقے عرب کے اپنے معبود ٹھیراتے تھے اور اُن سے دُعائیں مانگتے تھے۔ یاد رکھو کہ یہ خدا کا بیان ہے اور خدا تعالےٰ اسبات سے پاک اور بلند تر ہے کہ خلاف واقعہ باتیں کہے پس جس حالت میں وہ صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ جس قدر انسان مختلف فرقوں میں پوجا کئے جاتے ہیں اور خدا بنائے گئے ہیں وہ سب مر چکے ہیں ایک بھی اُنمیں سے زندہ نہیں ہے تو پھر کس قدر سرکشی اور نافرمانی اور خدا کے حکم کی مخالفت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھا جائے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کو خدا بنایا گیا ہے یا جن کو اپنی مشکل کشائی کے لئے پکارا جاتا ہے بلکہ وہ ان سب لوگوں میں سے اوّل نمبر پر ہیں کیونکہ جس اصرار اور غلو کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے خدا بنانے کے لئے چالیس کروڑ انسان کوشش کر رہا ہے اُس کی نظیر کسی اور فرقہ میں ہرگز نہیں پائی جاتی +

یہ تمام آیات جو ہم نے اِس جگہ لکھی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں اور پھر جب ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ کی طرف دیکھتے ہیں تو اُن سے بھی یہی مطلب ثابت ہوتا ہے صرف فرق یہ ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے اقوال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر گواہی دیتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی رویت سے حضرت مسیح کی موت پر شہادت دیتے ہیں سو خدا تعالےٰ نے اپنے

قول سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے یعنی رویت سے اس بات پر مُہر لگادی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی رویت سے یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے معراج کی رات میں حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اُن گذشتہ نبیوں میں دیکھا ہے جو اِس دُنیا سے گذر چکے ہیں اور دوسرے عالم میں پُہنچ گئے ہیں اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ جس قسم کے دوسرے انبیاء علیہم السّلام کے جسم دیکھے اسی قسم کا جسم حضرت عیسےٰ کا دیکھا اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایسا سمجھنا غلطی ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام جو اس دُنیا سے گذر چکے ہیں ان کی صرف آسمان پر روحیں ہیں بلکہ اُن کے ساتھ نورانی اور جلالی اجسام ہیں جن اجسام کے ساتھ وہ مرنے کے بعد دُنیا میں سے اُٹھائے گئے جیسا کہ آیت وادخلی جنّتی اس بات پر نصّ صریح ہے کیونکہ بہشت میں داخل ہونے کے لئے جسم کی ضرورت ہے اور قرآن شریف جا بجا تصریح سے فرماتا ہے کہ جو لوگ بہشت میں داخل ہونگے اُن کے ساتھ جسم بھی ہونگے کوئی مجرّد رُوح بہشت میں داخل نہیں ہوگی پس آیت وادخلی جنّتی اس بات کے لئے نصّ صریح ہے کہ ہر ایک راستباز جو مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہوتا ہے اُس کو مرنے کے بعد ضرور ایک جسم ملتا ہے پھر دوسری شہادت جسم ملنے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رویت ہے کیونکہ آپ نے معراج کی رات میں آسمان میں صرف انبیاء کی روحیں نہیں دیکھیں بلکہ اُن کے اجسام بھی دیکھے اور حضرت مسیح کا کوئی نرالا جسم نہیں دیکھا بلکہ جیسے تمام انبیاء کے جسم دیکھے ویسا ہی حضرت مسیح کا بھی جسم دیکھا۔ پس اگر انسان ناحق باطل پرستی پر ضد نہ کرے تو اُس کے لئے اِس بات کا سمجھنا بہت

ہی سہل ہے کہ حضرت عیسیٰ جس جسم کے ساتھ اُٹھائے گئے وہ عنصری جسم نہ تھا بلکہ وہ جسم تھا جو مرنے کے بعد ہر ایک مومن کو ملتا ہے کیونکہ عنصری جسم کے لئے خود اللہ تعالےٰ منع فرماتا ہے کہ وہ آسمان پر جاوے جیساکہ وہ فرماتا ہے۔ الم نجعل الارض کفاتاً۔ احیاءً و امواتاً۔ ترجمہ۔ یعنی کیا ہمنے زمین کو ایسے طور سے نہیں بنایا کہ وہ انسانوں کے اجسام کو زندہ اور مردہ ہونے کی حالت میں اپنی طرف کھینچ رہی ہے کسی جسم کو نہیں چھوڑتی کہ وہ آسمان پر جاوے ؛

پھر دوسری جگہ فرماتا ہے قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا یعنی جب کافروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کی درخواست کی کہ یہ معجزہ دکھلاویں کہ مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائیں تو اُن کو یہ جواب ملا کہ قل سبحان ربی الخ یعنی اُن کو کہدے کہ میرا خدا اس بات سے پاک ہے کہ اپنے عہد اور وعدہ کے برخلاف کرے وہ پہلے کہہ چکا۔ ہے کہ کوئی جسم عنصری آسمان پر نہیں جائے گا جیساکہ فرمایا الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً وامواتاً اور جیساکہ فرمایا فیھا تحیون وفیھا تموتون۔ اور جیساکہ فرمایا۔ ولکم فی الارض مستقرٌ ومتاعٌ الی حین پس یہ عرب کے کفار کی شرارت تھی کہ وہ لوگ برخلاف وعدہ وعہد الٰہی معجزہ مانگتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ ایسا معجزہ دکھایا نہیں جائے گا کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کے اُس قول کے برخلاف ہے جو گذر چکا ہے اور خدا تعالےٰ اس سے پاک ہے کہ اپنے عہد کو توڑے۔ اور پھر فرمایا کہ اُن کو کہدے کہ مَیں تو ایک بشر ہوں اور خدا تعالےٰ فرما چکا ہے کہ بشر کے لئے ممتنع ہے کہ اس کا جسم خاکی آسمان پر جائے ہاں پاک لوگ دوسرے جسم کے ساتھ آسمان پر جا سکتے ہیں جیساکہ

تمام نبیوں اور رسولوں اور مومنوں کی روحیں وفات کے بعد آسمان پر جاتی ہیں اور اُنہیں کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ یعنی مومنوں کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے یاد رہے کہ اگر صرف روحیں ہوتیں تو اُن کے لئے لھم کی ضمیر نہ آتی۔ پس یہ قرینہ قویّہ اس بات پر ہے کہ بعد موت جو مومنوں کا رفع ہوتا ہے وہ مع جسم ہوتا ہے مگر یہ جسم خاکی نہیں ہے بلکہ مومن کی رُوح کو ایک اور جسم ملتا ہے جو پاک اور نورانی ہوتا ہے اور اُس دُکھ اور عیب سے محفوظ ہوتا ہے جو عنصری جسم کے لوازم میں سے ہے یعنی وہ ارضی غذاؤں کا محتاج نہیں ہوتا اور نہ زمینی پانی کا حاجتمند ہوتا ہے اور وہ تمام لوگ جنکو خدا تعالےٰ کی ہمسایگی میں جگہ دیجاتی ہے ایسا ہی جسم پاتے ہیں۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی وفات کے بعد ایسا ہی جسم پایا تھا اور اُسی جسم کے ساتھ وہ خدا تعالےٰ کی طرف اُٹھائے گئے تھے*

بعض نادان اس جگہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس حالت میں قرآن شریف کی یہ آیت کہ وکنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم اور آیت فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیھم صاف طور پر بتلا رہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالےٰ کے حضور میں یہ عذر پیش کرینگے کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑے ہیں نہ میری زندگی میں تو اسپر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب سے بچکر کشمیر کیطرف چلے گئے تھے اور کشمیر میں ۸۷ برس عمر بسر کی تھی تو پھر یہ کہنا کہ میری وفات کے بعد لوگ بگڑ گئے صحیح نہیں ہوگا بلکہ یہ کہنا چاہیئے تھا کہ میرے کشمیر کے سفر کے بعد بگڑے ہیں۔ کیونکہ وفات تو صلیب کے واقعہ

سے ستاشی برس بعد ہوئی ÷

پس یاد رہے کہ ایسا وسوسہ صرف قلّت تدبّر کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ورنہ کشمیر کا سفر اِس فقرہ کی ضد نہیں کیونکہ مادمت فیھم کے یہ معنے ہیں کہ جب تک میں اپنی اُمّت میں تھا جو میرے پر ایمان لائے تھے یہ معنی نہیں کہ جب تک میں اُن کی زمین میں تھا کیونکہ ہم قبول کرتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ زمین شام میں سے ہجرت کر کے کشمیر کیطرف چلے گئے تھے مگر ہم یہ قبول نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ اور آپ کے حواری پیچھے رہ گئے تھے بلکہ تاریخ کی رُو سے ثابت ہے کہ حواری بھی کچھ تو حضرت عیسیٰ کے ساتھ اور کچھ بعد میں آپ کو آملے تھے جیسا کہ دھوما حواری حضرت عیسیٰ کے ساتھ آیا تھا باقی حواری بعد میں آ گئے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رفاقت کے لئے صرف ایک ہی شخص اختیار کیا تھا یعنی دُھوما کو جیسا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے وقت صرف حضرت ابو بکر کو اختیار کیا تھا کیونکہ سلطنت رومی حضرت عیسیٰ کو باغی قرار دے چکی تھی اور اسی جُرم سے پیلاطوس بھی قیصر کے حکم سے قتل کیا گیا تھا کیونکہ وہ در پردہ حضرت عیسیٰ کا حامی تھا اور اُس کی عورت بھی حضرت عیسیٰ کی مریدتھی پس ضرور تھا کہ حضرت عیسیٰ اُس ملک سے پوشیدہ طور پر نکلتے کوئی قافلہ ساتھ نہ لیتے اس لئے اُنھوں نے اِس سفر میں صرف دُھوما حواری کو ساتھ لیا جیسا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے سفر میں صرف ابو بکر کو ساتھ لیا تھا اور جیسا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے باقی اصحاب مختلف راہوں سے مدینہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری

مختلف راہوں سے مختلف وقتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت
میں جا پہنچے تھے اور جب تک حضرت عیسیٰ اُن میں رہے جیسا کہ آیت
مادمت فیھم کا منشاء ہے وہ سب لوگ توحید پر قائم رہے بعد
وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اِن لوگوں کی اولاد بگڑ گئی یہ معلوم نہیں
کہ کس پُشت میں خرابی پیدا ہوئی مورخ لکھتے ہیں کہ تیسری صدی تک دین
عیسائی اپنی اصلیت پر تھا بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات
کے بعد وہ تمام لوگ اپنے وطن کی طرف چلے آئے کیونکہ ایسا اتفاق ہو
گیا کہ قیصر روم عیسائی ہو گیا پھر بے وطنی میں رہنا لاحاصل تھا +

اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر کیطرف
سفر کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو بے دلیل ہو بلکہ بڑے بڑے دلائل سے
یہ امر ثابت کیا گیا ہے یہاں تک کہ خود لفظ کشمیر بھی اس پر دلیل ہے
کیونکہ لفظ کشمیر وہ لفظ ہے جسکو کشمیری زبان میں کشیر کہتے ہیں ہر ایک
کشمیری اس کو کشیر بولتا ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ لفظ عبرانی
ہے کہ جو کاف اور اشیر کے لفظ سے مرکب ہے اور اشیر عبرانی زبان
میں شام کے مُلک کو کہتے ہیں اور کاف مماثلت کے لئے آتا ہے۔
پس صورت اِس لفظ کی کَاَشِیر تھی یعنی کاف الگ اور اَشیر الگ۔
جس کے معنے تھے مانند مُلک شام یعنی شام کے مُلک کی طرح اور
چونکہ یہ مُلک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت گاہ تھا اور وہ اُس مُلک
کے رہنے والے تھے اس لئے خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کو تسلی
دینے کے لئے اِس ملک کا نام کاشیر رکھدیا۔ جس کے معنے ہیں اَشیر
کے ملک کیطرح۔ پھر کثرت استعمال سے الف ساقط ہو گیا اور کشیر

رہ گیا۔پھر بعد اِسکے غیر قوموں نے جو کشمیر کے باشندے نہ تھے اور نہ اِس ملک کی زبان رکھتے تھے ایک ہیم اِس میں زیادہ کرکے کشمیر بنا دیا مگر یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت ہے کہ کشمیری زبان میں اب تک کشیر ہی بولا جاتا اور لکھا جاتا ہے *

ماسوا اسکے کشمیر کے ملک میں اور بہت سی چیزوں کے اب تک عبرانی نام پائے جاتے ہیں بلکہ بعض پہاڑوں پر نبیوں کے نام استعمال پاگئے ہیں جن سے سمجھا جاتا ہے کہ عبرانی قوم کسی زمانہ میں ضرور اِس جگہ آباد رہ چکی ہے جیسا کہ سلیمان نبی کے نام سے ایک پہاڑ کشمیر میں موجود ہے۔اور ہم اِس مُدعا کے ثابت کرنے کے لئے ایک لمبی فہرست اپنی بعض کتابوں میں شائع کر چکے ہیں جو عبرانی الفاظ اور اسرائیلی نبیوں کے نام پر مشتمل ہے جو کشمیر میں اب تک پائے جاتے ہیں اور کشمیر کی تاریخی کتابیں جو ہم نے بڑی محنت سے جمع کی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں اِن سے بھی مفصلاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں جو اِس وقت شمار کی رو سے دو ہزار برس کے قریب گذر گیا ہے ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور شاہزادہ نبی کہلاتا تھا اُسی کی قبر محلہ خان یار میں ہے جو یوز آسف کی قبر کرکے مشہور ہے۔اب ظاہر ہے کہ یہ کتابیں تو میری پیدایش سے بہت پہلے کشمیر میں شائع ہو چکی ہیں پس کیونکر کوئی خیال کر سکتا ہے کہ کشمیریوں نے افترا کے طور پر یہ کتابیں لکھی تھیں ان لوگوں کو اِس افترا کی کیا ضرورت تھی اور کس غرض کے لئے اُنھوں نے ایسا افترا کیا۔اور عجیب تر یہ کہ وہ لوگ اب تک اپنی کمال سادہ لوحی سے دوسرے مسلمانوں کی طرح یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی آسمان پر مع جسم عنصری چلے

گئے تھے اور پھر باوجود اِس اعتقاد کے پورے یقین سے اِس بات کو جانتے ہیں کہ ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا کہ جو اپنے تئیں شہزادہ نبی کر کے مشہور کرتا تھا اور ان کی کتابیں بتلاتی ہیں کہ شمار کی رُو سے اُس زمانہ کو اب اُنیس سو برس سے کچھ زیادہ برس گذر گئے ہیں اس جگہ کشمیریوں کی سادہ لوحی سے ہمیں یہ فائدہ حاصل ہؤا ہے کہ اگر وہ اس بات کا علم رکھتے کہ شاہزادہ نبی بنی اسرائیل میں کون تھا اور وہ نبی کون ہے جس کو اب اُنیس سو برس گذر گئے تو وہ کبھی ہمیں یہ کتابیں نہ دکھلاتے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہم نے اُن کی سادہ لوحی سے بڑا فائدہ اُٹھایا۔ ماسوا اس کے وہ لوگ شاہزادہ نبی کا نام یوز آسف بیان کرتے ہیں۔ یہ لفظ صریح معلوم ہوتا ہے کہ یسوع آسف کا بگڑا ہؤا ہے آسف عبرانی زبان میں اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جو قوم کو تلاش کرنے والا ہو چونکہ حضرت عیسیٰ اپنی قوم کو تلاش کرتے کرتے جو بعض فرقے یہودیوں میں سے گُم تھے کشمیر میں پہنچے تھے اس لئے اُنھوں نے اپنا نام یسوع آسف رکھا تھا۔ اور یوز آسف کی کتاب میں صریح لکھا ہے کہ یوز آسف پر خدا تعالےٰ کی طرف سے انجیل اُتری تھی۔ پس باوجود اس قدر دلائل واضحہ کے کیونکر اس بات سے انکار کیا جائے کہ یوز آسف دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے ورنہ یہ بارِ ثبوت ہمارے مخالفوں کی گردن پر ہے کہ وہ کون شخص ہے جو اپنے تئیں شاہزادہ نبی ظاہر کرتا تھا جس کا زمانہ حضرت کے زمانہ سے بالکل مطابق ہے اور یہ پتہ بھی ملا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کشمیر میں آئے تو اُس زمانہ کے بُدھ مذہب والوں نے اپنی پستکوں میں اُن کا کچھ ذکر کیا ہے ✣

ایک اور قوی دلیل اس بات پر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ

اویْنٰھُمَا اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْن یعنی ہم نے عیسٰی اور اُسکی ماں کو ایک ایسے ٹیلے پر پناہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور ہر ایک دشمن کی دست درازی سے دُور تھی اور پانی اُس کا بہت خوشگوار تھا +

یاد رہے کہ اوی کا لفظ عربی زبان میں اُس جگہ پر بولا جاتا ہے جب ایک مصیبت کے بعد کسی شخص کو پناہ دیتے ہیں ایسی جگہ میں جو دارالامان ہوتا ہے پس وہ دارالامان مُلک شام نہیں ہو سکتا کیونکہ ملک شام قیصر روم کی عملداری میں تھا اور حضرت عیسٰی قیصر کے باغی قرار پا چکے تھے پس وہ کشمیر ہی تھا جو شام کے ملک سے مشابہ تھا اور قرار کی جگہ تھی یعنی امن کی جگہ تھی یعنی قیصر روم کو اُس سے کچھ تعلّق نہ تھا +

اس جگہ بعض آدمی ایک اور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جس حالت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سلسلہ محمدیہ سلسلہ موسویہ کے مقابل پر قائم کیا گیا ہے اور ہر ایک حُسن اور قُبح میں یہ سلسلہ سلسلہ موسویہ کی مثال اپنے اندر رکھتا ہے تو اس صورت میں لازم تھا کہ جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مثیل موسٰی رکھا گیا ہے آخری خلیفہ کا نام پیشگوئیوں میں مثیل عیسٰی رکھا جاتا حالانکہ انجیل اور نیز احادیث نبویہ میں سلسلہ خلافت کے آخری زمانہ میں آنے والے کا نام عیسٰی ابن مریم رکھا گیا ہے مثیل عیسٰی نہیں رکھا +

اس وہم کا جواب یہ ہے کہ ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ صدر اسلام اور آخر اسلام کے خلیفہ کے بارے میں اسی طرز سے بیان کرتا جس طرز سے خدا تعالےٰ کی پہلی کتابوں میں بیان کیا گیا تھا سو یہ امر کسی پر پوشیدہ نہیں کہ توریت میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیشگوئی ہے وہ انھیں الفاظ

میں ہے کہ "خدا تعالےٰ تمہارے بھائیوں میں سے موسیٰ کی مانند ایک نبی قائم کرے گا" اُس مقام میں یہ نہیں لکھا کہ خدا موسیٰ کو بھیجے گا پس ضرور تھا کہ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں توریت کے مطابق بیان فرماتا تا توریت اور قرآن شریف میں اختلاف پیدا نہ ہوتا پس اِسی وجہ سے اللہ تعالےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا انّا ارسلنا الیکم رسولاً شاھدًا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ یعنی ہم نے اُسی نبی کی مانند تمہاری طرف یہ رسول بھیجا ہے کہ جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا +

لیکن آخری خلیفہ کے بارے میں جس کا نام عیسیٰ رکھا گیا ہے انجیل میں یہ نہیں خبر دیگئی کہ آخری زمانہ میں مثیل عیسیٰ آئے گا بلکہ یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ آئے گا پس ضرور تھا کہ انجیل کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کے آخری خلیفہ کا نام عیسیٰ رکھا جاتا تا انجیل اور احادیث نبویہ میں اختلاف پیدا نہ ہوتا +

ہاں اس جگہ ایک طالب حق کا یہ حق ضرور ہے کہ وہ یہ سوال پیش کرے کہ اس میں کیا حکمت اور مصلحت تھی کہ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مثیل موسیٰ کر کے بیان کیا گیا لیکن انجیل میں خود عیسےٰ کر کے ہی بیان کر دیا گیا اور کیوں جائز نہیں کہ عیسیٰ سے مراد درحقیقت عیسیٰ ہی ہو اور وہی دوبارہ آنے والا ہو +

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو کسی طرح دوبارہ نہیں آسکتے کیونکہ وہ وفات پا گئے اور اُن کا وفات پا جانا اللہ

نے قرآن شریف میں صریح لفظوں میں بیان فرما دیا ہے اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اس جماعت میں آسمان پر بیٹھے ہوئے دیکھ لیا جو اس جہان سے گذر چکے ہیں۔ پھر تیسری شہادت یہ کہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کے اجماع سے تمام نبیوں کا فوت ہو جانا ثابت ہو گیا۔ پھر بعد اس کے عقل سلیم کی شہادت ہے جو شہادات ثلٰثہ مذکورہ کی مویّد ہے کیونکہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے عقل نے اِس واقعہ کی کوئی نظیر نہیں دیکھی اور کوئی نبی آج تک نہ کبھی مع جسم عنصری آسمان پر گیا اور نہ واپس آیا۔ پس چار شہادتیں باہم مِلکر قطعی فیصلہ دیتی ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام فوت ہو چکے ہیں اور اُن کا زندہ آسمان پر مع جسم عنصری جانا اور اب تک زندہ ہونا اور پھر کسی وقت مع جسم عنصری زمین پر آنا یہ سب اُن پر تہمتیں ہیں۔ افسوس کہ اسلام بُت پرستی سے بہت دور تھا لیکن آخر کار اسلام میں بھی بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا کہ حضرت عیسٰی کو ایسی خصوصیتیں دی گئیں جو دوسرے نبیوں میں نہیں پائی جائیں۔ خدا تعالےٰ مسلمانوں کو اس قسم کی بُت پرستی سے رہائی بخشے۔ عیسٰی کی موت میں اسلام کی زندگی ہے اور عیسٰی کی زندگی میں اسلام کی موت ہے۔ خدا وہ دن لاوے کہ غافل مسلمانوں کی نظر اس راہِ راست پر پڑے۔ آمین ؛

اب خلاصہ کلام یہ کہ جبکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات قطعی طور پر ثابت ہے تو پھر یہ گمان بیداہت باطل ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دوبارہ دُنیا میں آئینگے۔ رہا سوال مذکورہ کے اِس حصّہ کا جواب کہ ایک اُمّتی کا عیسٰی نام رکھنے میں کیا مصلحت تھی اور کیوں انجیل اور احادیث نبویہ میں اُس کا نام عیسٰی رکھا گیا اور کیوں مثیل موسیٰ کی طرح اس جگہ بھی مثیل عیسٰی کے لفظ سے یاد

نہ کیا گیا ؛

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو منظور تھا کہ ایک عظیم واقعہ میں جو اسرائیلی عیسیٰ پر وارد ہو چکا تھا اِس اُمت کے آخری خلیفہ کو شریک کرے اور وہ اس واقعہ میں اسی حالت میں شریک ہو سکتا تھا کہ جب اس کا نام عیسیٰ رکھا جائے اور چونکہ خدا تعالےٰ کو منظور تھا کہ دونوں سلسلوں کی مطابقت دکھلاوے اس لئے اُس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مثیل موسےٰ رکھا کیونکہ حضرت موسیٰ کو جو فرعون کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں اُس واقعہ کی مشابہت اسی صورت میں نمایاں ہو سکتی تھی کہ جب آپ کو مثیل موسیٰ کر کے پکارا جاتا مگر جو واقعہ حضرت عیسیٰ کو پیش آیا تھا وہ اِس اُمت کے آخری خلیفہ میں اسی صورت میں متحقق ہو سکتا تھا کہ جب اُس کا نام عیسیٰ رکھا جاتا کیونکہ اُس عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صرف اِس وجہ سے قبول نہیں کیا تھا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ لکھا گیا تھا کہ جب تک الیاس نبی دوبارہ دُنیا میں نہیں آئے گا تب تک وہ عیسیٰ ظاہر نہیں ہوگا لیکن الیاس نبی دوبارہ دُنیا میں نہ آیا اور یوحنا یعنی حضرت یحییٰ کو ہی الیاس قرار دیا گیا اس لئے یہود نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہ کیا پس خدا تعالےٰ کی تقدیر میں مماثلت پوری کرنے کے لئے یہ قرار پایا تھا کہ آخری زمانہ میں بعض اِسی اُمت کے لوگ اُن یہودیوں کی طرح ہو جائینگے جنہوں نے الیاس آنے والے کی حقیقت کو نہ سمجھ کر حضرت عیسیٰ کی نبوت اور سچائی سے انکار کیا تھا۔ پس ایسے یہودیوں کے لئے کسی ایسی پیشگوئی کی ضرورت تھی جس میں کسی گذشتہ نبی کی آمد کا ذکر ہوتا جیسا کہ الیاس کی نسبت پیشگوئی تھی اور تقدیر الٰہی میں قرار پا چکا تھا کہ ایسے یہودی اِس اُمت میں بھی پیدا

ہونگے پس اس لئے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا جیسا کہ حضرت یحییٰ کا نام الیاس رکھا گیا تھا چنانچہ آیت غیر المغضوب علیھم میں اسی کی طرف اشارہ ہے پس عیسیٰ کی آمد کی پیشگوئی اس امت کے لئے ایسی ہی تھی جیسا کہ یہودیوں کے لئے حضرت یحییٰ کی آمد کی پیشگوئی۔ غرض یہ نمونہ قائم کرنے کے لئے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ اس عیسیٰ کے مکذب جو اس اُمت میں ہونے والے تھے اُن کا نام یہود رکھا گیا چنانچہ آیت غیر المغضوب علیھم میں انھیں یہودیوں کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ یہودی جو اس امت کے عیسیٰ سے منکر ہیں جو اُن یہودیوں کے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کیا تھا پس اس طور سے کامل درجہ پر مشابہت ثابت ہوگئی کہ جس طرح وہ یہودی جو الیاس نبی کی دوبارہ آمد کے منتظر تھے حضرت عیسیٰ پر محض اس عُذر سے کہ الیاس دوبارہ دُنیا میں نہیں آیا ایمان نہ لائے۔ اسی طرح یہ لوگ اس امت کے عیسیٰ پر محض اس عُذر سے ایمان نہ لائے کہ وہ اسرائیلی عیسیٰ دوبارہ دُنیا میں نہیں آیا پس اُن یہودیوں میں جو حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے اس وجہ سے کہ الیاس دوبارہ دُنیا میں نہیں آیا اور ان یہودیوں میں جو حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں مشابہت ثابت ہوگئی اور یہی خدا تعالےٰ کا مقصد تھا۔ اور جیسا کہ اسرائیلی یہودیوں اور ان یہودیوں میں مشابہت ثابت ہوگئی اسی طرح اسرائیلی عیسیٰ اور اس عیسیٰ میں جو **میں ہوں** مشابہت بدرجۂ کمال پہنچ گئی کیونکہ وہ عیسیٰ اسی وجہ سے یہودیوں کی نظر سے رد کیا گیا کہ ایک نبی دوبارہ دُنیا میں نہیں آیا اسی طرح یہ عیسیٰ جو میں ہوں ان یہودیوں کی نگاہ میں رد کیا گیا ہے کہ ایک نبی دوبارہ

دنیا میں نہیں آیا اور صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو احادیث نبویّہ اس اُمّت کے یہودی ٹھہراتی ہیں جن کی طرف آیت غیر المغضوب علیہم بھی اشارہ کرتی ہے وہ اصل یہودی نہیں ہیں۔ بلکہ اِسی امت کے لوگ ہیں جن کا نام یہودی رکھا گیا ہے اسی طرح وہ عیسیٰ بھی اصل عیسیٰ نہیں ہے جو بنی اسرائیل میں سے ایک نبی تھا بلکہ وہ بھی اسی امت میں سے ہے اور یہ خدا تعالےٰ کی اُس رحمت اور فضل سے بعید ہے۔ جو اس اُمّت کے شاملِ حال رکھتا ہے کہ وہ اس امت کو یہودی کا خطاب تو دے بلکہ اُن یہودیوں کا خطاب دے۔ جنھوں نے الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی حجّت پیش کر کے حضرت عیسیٰؑ کو کافر اور کذّاب ٹھہرایا تھا۔ لیکن اس اُمّت کے کسی فرد کو عیسیٰ کا خطاب نہ دے تو کیا اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا ہے کہ یہ امّت خدا تعالےٰ کے نزدیک کچھ ایسی بدبخت اور بد قسمت ہے۔ کہ اس کی نظر میں شریر اور نافرمان یہودیوں کا خطاب تو پا سکتی ہے مگر اس امت میں ایک فرد بھی ایسا نہیں کہ عیسیٰ کا خطاب پاوے۔ پس یہی حکمت تھی کہ ایک طرف تو خدا تعالےٰ نے اِس امت کے بعض افراد کا نام یہودی رکھدیا۔ اور دوسری طرف ایک فرد کا نام عیسیٰ بھی رکھدیا۔

بعض لوگ محض نادانی سے یا نہایت درجہ کے تعصّب اور دھوکہ دینے کی غرض سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر اس آیت کو بطور دلیل لاتے ہیں کہ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہٖ قبل موتہٖ اور اس سے یہ معنی نکالنا چاہتے ہیں۔ کہ اُسوقت تک حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہونگے۔ جب تک کل اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں لیکن ایسے معنے وہی کریگا۔ جس کو فہم قرآن سے پورا حصہ نہیں ہے۔ یا جو دیانت

کے طریق سے دور ہے۔ کیونکہ ایسے معنی کرنے سے قرآن شریف
کی ایک پیشگوئی باطل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے
واغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم
القیمۃ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے۔ والقینا بینھم العداوۃ
والبغضاء الیٰ یوم القیمۃ۔ اِن آیتوں کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے
قیامت تک یہود اور نصاریٰ میں دشمنی اور عداوت ڈالدی ہے پس اگر
آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنے ہیں کہ قیامت سے پہلے تمام یہودی حضرت عیسیٰ
پر ایمان لے آئیں گے تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ کسی وقت یہود و نصاریٰ کا
بُغض باہمی دُور بھی ہو جائیگا۔ اور یہودی مذہب کا تخم زمین پر نہیں رہے گا
حالانکہ قرآن شریف کی ان آیات سے اور کئی اور آیات سے ثابت ہوتا
ہے کہ یہودی مذہب قیامت تک رہیگا۔ ہاں ذلّت اور مسکنت اُن کے
شاملِ حال ہوگی۔ اور وہ دوسری طاقتوں کی پناہ میں زندگی بسر کریں گے
پس آیت ممدوحہ بالا کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اہلِ کتاب میں
سے ہے۔ وہ اپنی موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر یا حضرت
عیسےٰ پر ایمان لے آویں گے۔ غرض موتہٖ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف
پھرتی ہے۔ نہ حضرت عیسیٰ کی طرف۔ اسی وجہ سے اس آیت کی دوسری
قرأت میں موتھم واقع ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ کی طرف یہ ضمیر پھرتی
تو دوسری قرأت میں موتھم کیوں ہوتا؟ دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں
بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے۔ اور اس میں
یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنے ہیں۔ مگر
صاحبِ تفسیر لکھتا ہے۔ کہ " ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے۔ اور

اُس کی درایت پر محدّثین کو اعتراض ہے۔ ابوہریرہ میں نقل کرنے کا مادّہ تھا۔ اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصّہ رکھتا تھا۔ اور میں کہتا ہوں۔ کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنے کئے ہیں۔ تو یہ اُس کی غلطی ہے۔ جیسا کہ اور کئی مقام میں محدّثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درائیت کے متعلق ہیں اکثر ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُن کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے یہ مسلّم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجّت نہیں ہو سکتی۔ شرعی حجّت صرف اجماع صحابہ رضی اللہ ہے سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع صحابہ ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں *

اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کہ آیت قبل موتہٖ کی دوسری قرأت قبل موتہم موجود ہے جو بموجب اصول محدثین کے حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے۔ یعنی ایسی حدیث۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہے تو اس صورت میں محض ابوہریرہ کا اپنا قول ردّ کرنے کے لائق ہے۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مقابل پر ہیچ اور لغو ہے۔ اور اُس پر اصرار کرنا کفر تک پہنچا سکتا ہے اور پھر صرف اُسی قدر نہیں۔ بلکہ ابوہریرہ کے قول سے قرآن شریف کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف تو جا بجا فرماتا ہے۔ کہ یہود اور نصارٰی قیامت تک رہینگے۔ ان کا بکلی استیصال نہیں ہوگا۔ اور ابو ہریرہ کہتا ہے کہ یہود کا استیصال بکلی ہو جائے گا۔ اور یہ سراسر مخالف قرآن شریف ہے۔ جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اُس کو چاہیئے۔ کہ ابو ہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے۔ بلکہ چونکہ قرأت ثانی حسب اصول محدثین حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے

اور اس جگہ آیت قبل موتہٖ کی دوسری قرأت قبل موتہم موجود ہے جس کو حدیث صحیح سمجھنا چاہئیے۔ اس صورت میں ابو ہریرہ کا قول قرآن اور حدیث دونوں کے مخالف ہے فلا شك انه باطل و من تبعہ فانه مفسد بطال۔

تمت کلمة

# مسیح موعود

## وفات مسیح ناصری

مرے عیسیٰ مرے عیسیٰ یہی چرچا ہر سو
ہوئے کشمیر میں مدفون کیا راز نہانی ہے

محمدؐ کے مسیحا نے پکارا قادیاں آ کر
کسیکا بر فلک جانا یہ سب جھوٹی کہانی ہے

مبارک جسم احمد کا رکھا خاک مدینہ میں
چڑھایا بر فلک عیسیٰ یہ ایمان کی نشانی ہے

مسلمانو! تمہیں کیا عقل سے بالکل فراغت ہے
یہ کیسی بات تمنے ایک نامعقول مانی ہے

مرے سب انبیا زندہ رہا اتبک مگر عیسیٰ
بہت ہی قابل قدر آپکی یہ نکتہ دانی ہے

مقام زندگی میں ہیں خدا کے انبیا سارے
نرالی زندگی عیسیٰ کی کیسی سب سے مانی ہے

خدا جانے تمہیں اس جسم خاکی سے ہی کیوں الفت
بنی جو شے ہے مٹی سے وہ مٹی میں ہی جانی ہے

بھلا اس جسم خاکی کو تعلق آسماں سے کیا
وہاں جانے سے اسکو روکتی اسکی گرانی ہے

زمین کا جو کہ حصہ ہے زمین وہ چھوڑتی کب ہے
وہی بر آسمان جاتی ہے جو شے آسمانی ہے

مسیح ناصری کی زندگی بھی تم سمجھ لوگے
کہ جب سمجھ گئے کیا کہتا مسیح قادیانی ہے

المشتہر خاکسار محمد یامین تاجر کتب قادیان دار الامان ضلع گورداسپور

# مختصر فہرست کتب سلسلہ احمدیہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| قرآن کریم مجلد ۱۲ع | حمائل شریف مجلد مترجم ۱۲ | پارہ عم مترجم مجلد ۴ | حمائل شریف مجلد مطلا ۱۲ |
| نور الدین ۸/ | ظہور المسیح ۲ | خلافت راشدہ ۱۲ | سیرت المسیح ۸/ |
| نعمۃ الجمل ۲/ | طبیب روحانی ۲/ | ادعیۃ الاحادیث ا/ | ہدایات ا/ |
| نماز مترجم منظوم ۔/ | سلک العارف ا/ | اسلام اور بدھ مذہب ۳/ | کرامات المہدی ا/ |
| مجموعہ فتاویٰ احمدیہ عہ | تفسیر سورہ فاتحہ ا/ | مریم صدیقہ کشمیر میں ۲/ | رؤیا صالحہ ۲/ |
| صادقوں کی روشنی ۴/ | نوائے محمود ۔/ | نور فرقان ا/ | سفرنامہ ناصر ہر دو حصہ ۵/ |
| آئینہ حق نما مجلد عہ | صحیفہ آصفیہ ۲/ | تحفہ بنارس ۴/ | سی حرفی ۔/ |
| میں مسلمان ہوگیا ۶/ | لا الہ الا اللہ ۔/ | محمد رسول اللہ ا/ | فرزند علی ۳/ |
| مجربات نور الدین ہر سہ حصہ | عربی بول چال ۲/ | اوامر و نواہی ۹ | نیر اسلام ۴/ |
| حقیقت نماز ۸/ | رد چکڑالوی ۵/ | اظہار حق ۵/ | ہدایت یسرنا القرآن ۔/ |
| ضرورت زمانہ ۸/ | اسلام کی پہلی کتاب ۴/ | خطبات نور ۸/ | کرشن اوتار ۲/ |
| گوشت خوری ۲/ | احمدی پاکٹ بک ۴/ | خطبات کریمیہ ۴/ | محامد المسیح ۳/ |
| ابطال الوہیت مسیح ا/ | سلک مروارید مکمل ۸/ | دین الحق ۸/ | رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۰/ |
| متن الاربعین | اسماء الحسنیٰ ۵/ | تنائی چکر ا/ | ثنائی ہرزہ درائی ۳/ |
| مبادی الصرف ا/ | خزینۃ المعارف ۱۲/ | اقیموا الصلوٰۃ ا/ | حیرت کی حیرانی ۹/ |
| دعوت دہلی ا/ | دعوت الندوہ ا/ | عبرت ۸/ | بدر کامل ۴/ |

ملنے کا پتہ

**خاکسار محمد یامین تاجر کتب قادیان ضلع گورداسپور**